اصل شکر تقویٰ ہے، ہمیشہ تقویٰ کی راہیں اختیار کریں

اللہ تعالیٰ آپ کی سرحدوں کی حفاظت فرمائے گا

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18 دسمبر 1998ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انورؒ نے درج ذیل آیت کریمہ تلاوت کی:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (البقرۃ:186)

پھر فرمایا:

اس آیت کا آزاد ترجمہ یہ ہے کہ: رمضان کا مہینہ جس کے دوران یا جس کے بارے میں قرآن نازل فرمایا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ رمضان کے مہینہ ہی میں قرآن کے نزول کا آغاز ہوا تھا لیکن فِيْهِ کا اصل معنی یا زیادہ گہرا معنی یہ ہے کہ رمضان کے بارہ میں قرآن اتارا گیا ہے۔ یہ سارا قرآن جتنے بھی مضامین رکھتا ہے وہ سارے رمضان کے مبارک مہینہ میں گویا دہرائے جاتے ہیں۔ هُدًى لِّلنَّاسِ: ہدایت ہے لوگوں کے لئے۔ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى: صرف عام ہدایت ہی نہیں بلکہ ایسی ہدایت ہے جس میں بہت کھلی کھلی روشن کر دینے والی ہدایتیں شامل ہیں یعنی اس میں قرآن کریم کی

اس عظمت کا بیان ہے جو اس سے پہلے کسی کتاب کو نصیب نہیں ہوئی۔ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْھُدٰی بھی اس میں ہے۔ وَ الْفُرْقَانِ: اور ایسے دلائل ہیں جو غلبے کی طاقت رکھتے ہیں کھلی کھلی، ظاہر و باہر، شان و شوکت اپنے اندر رکھتے ہیں اور یہ ساری باتیں رمضان کے مہینہ میں گویا اکٹھی کر دی گئی ہیں۔ رمضان کے مہینہ میں اگر تم اس قرآن پر عمل کرو جس کی یہ شان ہے تو تمہارا رمضان کا مہینہ بھی اسی شان کے ساتھ چمکے گا۔ فَمَنْ شَھِدَ مِنْکُمُ الشَّھْرَ فَلْیَصُمْہُ: پس نتیجہ یہ نکالا گیا، پس تم میں سے جو بھی اس مہینہ کو پائے تو اس مہینہ کے روزے رکھے۔ یَصُمْہُ اس کو روزوں کی حالت میں گزارے۔ وَ مَنْ کَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ: لیکن لوگ مستثنیٰ بھی ہوا کرتے ہیں۔ ہر معاملہ میں استثنا بھی ہوتے ہیں۔ فرمایا جو تم میں سے مریض ہو اَوْ عَلٰی سَفَرٍ یا سفر پر ہو۔ فَعِدَّۃٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ: تو پھر عدّت پوری کرنی ہے دوسرے مہینوں میں، رمضان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں وہ روزے پورے کر لئے جائیں۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ: یاد رکھو کہ اللہ نے تمہارے لئے آسانی پیدا فرمائی ہے۔ تمہیں مشکل میں ڈالنا اس کو پسند نہیں ہے۔ پس رمضان کے مہینہ میں اگر سفر پر ہو تو روزے نہ رکھو۔ اپنے آپ کو اگر تم دقت میں مبتلا کرو گے، زور لگا کر خدا کو خوش کرنا چاہو گے تو وہ خدا جس نے تمہارے لئے آسانی پیدا فرمائی اس کی ناشکری ہوگی۔

چنانچہ اس آیت کا آخری کلام شکر سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ سارا رمضان ہی اس بارے میں ہے کہ تم اس کا شکر ادا کرو لیکن جو اپنے پیار اور محبت سے تمہارے لئے آسانی کرتا ہے اور تم اس آسانی کو قبول نہیں کرتے تو یہ ایک ناشکری کی قسم ہے۔ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ: اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی تو نہیں چاہتا۔ وَ لِتُکْمِلُوا الْعِدَّۃَ: اور اس عدت کو تم اپنی آسانی کے مطابق بعد میں پوری کر لینا۔ وَ لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ: یہ رمضان کا مہینہ اتنی عظیم ہدایت لے کر آیا ہے کہ اس پر بے اختیار دل سے تکبیر بلند ہونی چاہئے، سارا مہینہ اللہ تعالیٰ کی تکبیر میں صرف ہو اس بنا پر جو اس نے تمہیں ہدایت دی اور یہ وہ ہدایت ہے جو اس سے پہلے کبھی کسی قوم کو اس شان کے ساتھ، اس تکمیل کے ساتھ نصیب نہیں ہوئی۔ وَ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ: اور تا کہ تم شکر کرنے والے بنو۔ آخری بات شکر ہی کی ہے اور شکر کرنے والا بندہ سب کچھ پا لیتا ہے۔ جو خدا کا شکر کرنے والا ہو اس کے ساتھ اور بھی بہت سی صفات ملحق ہو جاتی ہیں۔ خدا کا شکر کرنے والا خدا کے بندوں کا

بھی شکر ادا کرتا ہے۔ خدا کا شکر کرنے والا پھر اور کسی طرف نہیں دیکھتا سوائے اپنے ربّ کی طرف کیونکہ جس کا وہ شکر ادا کرتا ہے اس کا وعدہ ہے کہ میں اور بھی بڑھاتا چلا جاؤں گا۔ تو بہت وسیع معانی ہیں جو اس آیت میں مضمر ہیں اور معمولی غور سے بھی وہ بات کھلتی چلی جاتی ہے۔

چونکہ میں نے پچھلے خطبہ میں یہ وعدہ کیا تھا کہ اگلا خطبہ شکر ہی کے تعلق میں بیان کروں گا وہی مضمون جو ابھی نامکمل تھا، جاری تھا وہی آگے بیان کروں گا تو یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے کہ اس کے نتیجے میں رمضان والے مہینہ کو نظر انداز کرنے کی بجائے اس کا براہ راست تعلق رمضان سے ہی ہوتا ہے۔ رمضان کا مہینہ بھی شکر سکھانے کے لئے ہے۔ اب رمضان کا مہینہ بھی اس لئے ہے تاکہ تم اس میں وہ کچھ حاصل کرو کہ اس کے نتیجے میں تم شکر گزار بنتے چلے جاؤ۔ پس اس لحاظ سے وہ پچھلا میرا وعدہ بھی پورا ہوا اور رمضان کے مہینہ کے تعلق میں بھی مجھے اس مضمون کو آگے بڑھانے کا موقع مل گیا، کوئی نیا مضمون تلاش کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ شکر ہی کے تعلق میں سورۃ ابراھیم آیات 8 اور 9 میں اس مضمون کو اور طرح سے کھولا گیا ہے۔ فرمایا:

وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ : اور جب تیرے ربّ نے یہ حکم دیا، یا یہ اعلان عام کیا۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ : یاد رکھو اگر تم نے شکر ادا کیا، لَاَزِيْدَنَّكُمْ میں ضرور تمہارے شکر کو اس طرح بڑھاؤں گا کہ تم پر بے انتہا احسانات کروں گا۔ اَزِيْدَنَّكُمْ ہے یعنی تمہیں بڑھاؤں گا اور انسان سے جب یہ وعدہ کیا جائے کہ تمہیں بڑھاؤں گا تو یہ قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا کمال ہے کہ شکر کے نتیجہ میں تمہیں بڑھاؤں گا اور وعدہ کرتا ہوں کہ تم شکر کرو گے تو پھر اور بھی تمہیں قابل شکر چیزیں عطا کروں گا۔ تو یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے، ایک سلسبیل ہے، ایک کوثر ہے جو کبھی ختم ہی نہیں ہو سکتی۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اس کو جتنی بار پڑھیں آپ حیرت کے سمندر میں ڈوبتے چلے جائیں گے کہ کتنا عظیم الشان وعدہ ہے تم شکر کرو میں بڑھاؤں گا اور جب میں بڑھاؤں گا تو کیا اس کا شکر ادا نہیں کرو گے۔ جب شکر ادا کرو گے تو پھر میں بڑھاؤں گا اور جب میں بڑھاؤں گا تو اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں یہ ایک کوثر ہے جو اس آیت میں ہمیں عطا فرمائی گئی لیکن ساتھ یہ بھی تنبیہ ہے وَ لَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ: اور اگر تم نے ناشکری کی تو یاد رکھنا میرا عذاب بہت سخت ہوا کرتا ہے۔ وَ قَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا:

اور جب موسیٰ نے کہا کہ اگر تم ناشکری کرو یا انکار کردو، دونوں باتیں اس میں شامل ہیں اس کفر کے اندر، اللہ کا انکار کردو یا اس کی نعمتوں کی ناشکری کرو۔ اَنۡتُمۡ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا: تم اور وہ سب کے سب جو زمین میں بستے ہیں سارے ہی ناشکرے ہو جاؤ۔ فَاِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ حَمِیۡدٌ: تو یاد رکھو کہ اللہ بہت بے نیاز اور صاحب حمد ہے۔ تمام حمد اسی کو ہے اور جس کی سب حمد ہو اسی کا غنی ہونا قدرتی بات ہے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کوئی اس کی طرف بُری بات منسوب کرے یا حمد کا اس کا حق ادا نہ کرے، وہ اپنی ذات میں ہی حمید ہے۔

ان آیات کے تعلق میں میں نے چند حدیثیں آپ کو سنانے کے لئے رکھی ہیں اور اس کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات ہیں اور پھر آخر پہ بعض الہامات ہیں جن کا شکر ہی سے تعلق ہے تو اسی ترتیب سے اب میں یہ امور آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

ترمذی کِتَابُ الأَدَبِ بَابُ إِنَّ اللہَ یُحِبُّ أَنۡ یَرَی أَثَرَ نِعۡمَتِہٖ عَلَی عَبۡدِہٖ۔ ترمذی کِتَابُ الأَدَبِ کی یہ روایت ہے اس باب سے کہ:

”اللہ تعالیٰ بہت پسند کرتا ہے اس بات کو کہ اپنی نعمت کا اثر اپنے بندوں پر دیکھے۔“

اس کا ترجمہ یہ ہے، اس پوری روایت کا جو حضرت عمرو بن شعیب سے مروی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے فضل اور اپنی نعمت کا اثر اپنے بندے پر دیکھے۔“

(جامع الترمذی، أبواب الأدب، باب أن اللہ تعالیٰ یحب أن یری أثر نعمته علی عبدہ، حدیث نمبر:2819)

اب اس کے کئی معانی ہو سکتے ہیں۔ ان سارے معانی میں یہ حدیث اطلاق پاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ آپ مثلاً اپنے بچوں کو جب عید پہ اچھے کپڑے دیں گے اگر وہ پھینک دیں اور نہ پہنیں یا اگلے سال کے لئے بچا رکھیں تو آپ کو یہ اچھا لگے گا یا جب وہ پہنیں اور سج کر نکلیں، وہ اچھا لگے گا!!۔ ایک سادہ سی انسانی فطرت کی بات ہے انسان جو نعمت کسی کو دیتا ہے چاہتا ہے کہ اسے پھر اس پر دیکھے اور پھر پیار اور محبت کے ساتھ اس کی تعریف کرے کہ اچھے لگ رہے ہو اس نعمت کے ساتھ۔ تو اللہ تعالیٰ بھی

پسند فرماتا ہے کہ جو نعمت اپنے بندوں کو دے وہ ان بندوں کو اس نعمت سے سجا ہوا دیکھے لیکن یہ جو مضمون ہے یہ مختلف لوگوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جن کی طبیعتوں میں اختلاف ہوا کرتا ہے اور مختلف درجات سے تعلق رکھتا ہے اولیاء سے بھی تعلق رکھتا ہے اور انبیاءؑ سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ اور یہاں نعمت کے اثر کو دیکھنا مختلف مضامین آپ کے سامنے کھولتا چلا جائے گا یعنی ایک بندے میں نعمت کا اثر اور طرح سے دیکھا جائے گا، ایک بندے میں اور طرح سے دیکھا جائے گا۔ بعض ایسے بزرگ اور اولیاء گزرے ہیں جنہوں نے ظاہر پر بھی اس کو محمول کیا اور بہت سج دھج کے رہتے تھے بہترین کپڑے پہنتے تھے۔ ان کے مزاج میں یہ بات داخل تھی اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب تک میرا خدا نہیں کہتا یہ میری نعمت ہے اس کو استعمال کرو اس وقت تک میں استعمال نہیں کرتا یعنی اللہ دیتا ہے اور چونکہ میرے مزاج میں شوق ہے کہ اچھا پہنوں اس لئے میں اچھا ہی پہنتا ہوں اور یہ بھی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے۔ اللہ کی نظر اس بندے پر اس وجہ سے پیار سے پڑتی ہے کہ اس بنا پر پہن رہا ہے کہ میں نے اسے عطا کیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے صحابہؓ میں بھی مختلف قسم کے صحابہؓ تھے۔ بعض صحابہ خوش پوش تھے۔ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے کبھی نہیں فرمایا کہ خوش پوشی چھوڑ دو اور ٹاٹ کے کپڑے پہن لو لیکن جنہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پہنے وہ بھی اچھے لگتے تھے کیونکہ ان کا طرزِ شکر مختلف ہوا کرتا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا بھی یہی حال تھا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ خوش پوش تھے اور بڑے احتیاط سے خوبصورت کپڑے پہنا کرتے تھے لیکن کبھی ایک دفعہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپؓ کو ٹوکا نہیں اور بعض صحابہؓ تھے جو بالکل درویشانہ عام سی زندگی کچھ غربت کی وجہ سے، کچھ غربت کے اختیار کرنے کی وجہ سے، حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ غریب تو نہیں تھے خدا تعالیٰ نے بہت عطا کیا تھا مگر پہنتے سادہ سے کپڑے تھے اور بعض ایسے صحابہؓ تھے جو غریب تھے اور جو کچھ ان کو خدا تعالیٰ نے دیا وہی پہنتے تھے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے بھی پیار کیا، تینوں سے اپنے اپنے مقام اور مرتبہ کے مطابق ان سے پیار کیا اور جو بالکل سادہ غریب پھٹے ہوئے کپڑوں والے ہوا کرتے تھے بعض دفعہ خود ان کے ساتھ جا کے بیٹھ جایا کرتے تھے تا کہ کسی کو یہ خیال نہ ہو کہ میں خدا کی نعمت کے اس اظہار کو پوری وقعت نہیں دیتا۔ خدا کی نعمت کا یہ بھی اظہار ہے، یہ بھی شکر کا طریقہ ہے جو دیا وہ پہن

لیا اور شرمایا نہیں۔ اگر خدا کی عطا کردہ نعمت سے شرمایا جائے تو یہ ناشکری ہے کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس نعمت کی قدر نہیں کی اور سمجھتا تھا کہ مجھے بڑا ملنا چاہئے تھا، زیادہ ملنا چاہئے تھے، یہ پہن کے لوگوں کے سامنے جاؤں گا تو وہ کیا کہیں گے۔ تو گویا اللہ تعالیٰ نے جو عطا کیا وہ اس سے شرما گیا۔ تو ان امور کو بڑے غور سے دیکھیں اور سمجھیں اور پھر دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان تینوں قسم کے شکر ادا کرنے والوں کو محبت اور پیار سے دیکھا ہے اور ایسے غریبوں اور فقیروں کو جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہوا کرتا تھا ان کو عزت کے ساتھ اپنے پاس بلایا، اپنے پاس بٹھایا۔ ابتداء میں وہ کچھ گھبراتے تھے وہ سمجھتے تھے کہ ہمیں جو اتنا آگے بلایا جا رہا ہے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ انہوں نے پہنا ہے اور یہی پسند ہے اللہ تعالیٰ کو، یہ ناشکری کرنے والے بندے نہیں ہیں۔ پھر کچھ اور لوگ بھی ہیں جن پہ نعمت کا اثر اللہ تعالیٰ اور طرح سے دیکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نعمت کا اثر اس طرح ظاہر ہوتا تھا کہ اللہ جو کرتا تھا بالکل ویسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے لگتے تھے۔ یہ بھی ایک شکر کا طریق ہے جو آقا کرے بعینہٖ وہی کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر قسم کی نعمت عطا کی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھتے تھے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں تھا اور واقعۃً کچھ بھی نہیں تھا۔ جب خدا نے یہ سب کچھ دیا تو پھر اس ساری نعمت کو شکر کے ساتھ ان بندوں کی طرف بہا دیا جن کے پاس کچھ بھی نہیں ہوتا تھا یا نسبتاً کم ہوا کرتا تھا۔ تو دیکھیں پہنا تو نہیں وہ لیکن پہنایا ضرور اور شوق اور محبت کے ساتھ پہنایا۔ ہاں بعض دفعہ دُنیا کو یہ سمجھانے کے لئے کہ اللہ نے جو دیا ہے ویسا ہی پہن بھی لینا چاہئے اور اس میں کوئی عار نہیں ہے یہ کوئی خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف بات نہیں ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض دفعہ بہت ہی خوبصورت قبائیں پہنیں، کوٹ پہنے جو باہر سے تحفۃً آئے ہوئے تھے اور صحابہؓ یہ بیان کرتے ہیں کہ اتنے خوبصورت لگ رہے تھے اس میں، ان کپڑوں میں کہ ہم چاند کو دیکھتے تھے، کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھتے تھے مگر خدا گواہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسن بہت زیادہ تھا۔ تو اب دیکھیں اس وقت بھی اللہ کی پیار کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑ رہی تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی دی ہوئی نعمتوں کو پہن رہے تھے اور دکھا رہے تھے کہ دیکھو اللہ نے مجھے یہ نعمت

عطا کی ہے اور اس وقت بھی پیار کے ساتھ نظر پڑتی تھی جب بندوں کو وہ نعمت آگے عطا فرما دیتے تھے۔ تو یہ مختلف رنگ ہوا کرتے ہیں یہ سارے شکر ادا کرنے ہی کے رنگ ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کا اثر دیکھتا تھا ہر بندے کے مزاج کے مطابق وہ اثر ظاہر ہوتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ یہ اثر اللہ کی نعمت کے تصور کے ساتھ پیدا ہونا چاہئے۔ جب اسے اس خدا کے ہاتھ سے ہٹا کر دُنیا میں ایک دکھاوے کے طور پر استعمال کریں گے تو یہی لعنت بن جائے گی۔ نعمت نہیں رہے گی، یہ ناشکری ہو جائے گی۔ ہمیشہ ذہن میں رہنا چاہئے کہ اللہ نے عطا فرمایا ہے اور اللہ نے عطا فرمایا ہے تو اس کے بے تکلف اظہار تشکر کے ساتھ اس کو وابستہ کر دینا چاہئے۔ یہ شکر کی جتنی قسمیں میں نے بیان کی ہیں ان میں بے تکلفی ضروری ہے۔ جہاں تکلف آیا وہاں اللہ سے رشتہ ٹوٹ گیا۔ پس اپنی طبیعتوں اور مزاج کو سمجھیں، ان پر غور کریں اور اپنے مزاج کے مطابق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو استعمال کریں اور پھر آگے بندوں کو ان کے فائدے پہنچائیں۔ یہ شکر کی مختلف قسمیں ہیں جو آنحضرت ﷺ نے اس مختصر سی حدیث میں بیان فرمائیں۔ ”إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ أَنْ يَرَى أَثَرَ نِعْمَتِهِ عَلَى عَبْدِهِ“ کہ اللہ تعالیٰ بہت پیار سے، بہت محبت سے دیکھتا ہے ان آثار کو جو اس کی نعمت کے اس کے بندوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات جن میں اسی مضمون کو مختلف طریق پر بیان فرمایا گیا ہے اس حدیث نبوی کے بعد میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آنحضور ﷺ کی ہدایات ہی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منہ سے جاری ہو رہی ہیں۔ ایک بھی ایسی بات آپ نہیں کرتے جو قرآن اور قرآن کی تشریح میں حدیث میں موجود نہ ہو۔ اس لئے جب میں مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ آپ کے سامنے رکھتا ہوں تو قرآن اور حدیث کے علاوہ نہیں بلکہ قرآن اور حدیث پر مشتمل الفاظ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرمایا:

”تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔“

دیکھیں جو آیت آپ کے سامنے تلاوت کی تھی اس میں تقویٰ کا ذکر نہیں ہے، حدیث میں ہے ذکر اور دوسری آیات میں ہے۔ بہر حال جو اس وقت تلاوت کی ہے اس میں نہیں مگر دوسری آیات میں ہے کہ رمضان شریف کا مہینہ اس لئے تم پر فرض کیا گیا ہے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (البقرۃ:184) تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر غالباً اسی لفظ تقویٰ پہ ہے اور شکر کا تقویٰ

کے ساتھ اور طہارت کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے کیونکہ شکر کی آخری شان تقویٰ سے ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تمہارا اَصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ مسلمان (کا) پوچھنے پر الحمدللہ کہہ دینا سچا سپاس اور شکر نہیں ہے۔“

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں تم مسلمان ہو؟ کہ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ مسلمان ہیں مگر یہ صرف منہ کا ایک کلمہ ہے جب تک ساری زندگی اَلْحَمْد نہ بن جائے اور جب تک خدا کا سچا تقویٰ نصیب نہ ہو منہ سے نکلے ہوئے اَلْحَمْد کے الفاظ کچھ بھی معنی نہیں رکھتے۔ فرمایا:

”اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کرلیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو۔“

اگر تم نے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا کا سچا حق ادا کیا یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کرلیں تو میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو۔ اب سرحد پر کھڑے ہونا کئی مفاہیم رکھتا ہے۔ یہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سرحد پر کھڑے ہونے کی بشارت کیوں دیتے ہیں؟ جو اپنے ملک اپنے وطن کا مرکز چھوڑ کر سرحدوں پر جا بیٹھے یہ تو کوئی نعمت نہیں ہے، بظاہر کوئی شکر کی بات نہیں ہے لیکن جو مفہوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان کر رہے ہیں وہاں مرکز کو جسمانی طور پر چھوڑنے کا مفہوم نہیں ہے بلکہ جیسے سرحد پر گھوڑے باندھے جاتے ہیں تا کہ دشمن اندر داخل ہی نہ ہو سکے اسی طرح مومن جو تقویٰ اختیار کرتا ہے گویا اس نے اپنی سرحدیں مضبوط کرلیں یعنی جسمانی طور پر انتقالِ جسم کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، مرکز میں رہا اور سرحدیں مضبوط کرنے میں حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا مقام سب سے عالیشان تھا۔ تو جسمانی طور پر تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مرکز میں ہی رہے مگر شیطان کی طرف سے ہر طرف سے سرحدیں مضبوط رکھیں یعنی ادنیٰ سا بھی حملہ غیر اللہ کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات پر ممکن نہیں تھا کیونکہ جیسے سرحدوں پر گھوڑے باندھے جائیں تو دشمن کے سرحد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ان کو دبوچ لیا جاتا ہے یا ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مومن کی شان ہے کہ حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی سرحدوں کی حفاظت کرے۔ یہ معانی ہیں جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں میں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا، یہ مراد ہے۔ اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک بہت ہی

دلچسپ واقعہ بیان فرماتے ہیں اور ایک ہندو کا واقعہ ہے مگر وہ دل سے چونکہ مسلمان ہو چکا تھا اور حمد و ثنا میں وقت گزارتا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو بھی ایک شان عطا فرمائی جو اسی مضمون سے تعلق رکھتی ہے۔ فرماتے ہیں:

''مجھے یاد ہے کہ ایک ہندو سررشتہ دار نے جس کا نام جگن ناتھ تھا اور جو ایک متعصب ہندو تھا بتلایا۔''

اس متعصب ہندو نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا کہ یہ باتیں میں آپؑ کو بتا رہا ہوں جو میری آنکھوں دیکھی ہیں ورنہ آپؑ کو پتا نہیں لگنا تھا ان باتوں کا۔ کیا بتلایا:

''کہ امرتسر یا کسی جگہ میں وہ سررشتہ دار تھا اور ایک ہندو اہل کار در پردہ نماز پڑھا کرتا تھا اور بظاہر ہندو تھا۔ میں اور دیگر سارے ہندو اسے بہت برا جانتے تھے اور ہم سب اہل کاروں نے مل کر ارادہ کر لیا کہ اس کو (ضرور) موقوف کرائیں۔ اور سب سے زیادہ شرارت میرے دل میں تھی۔ (یہ شریروں کا سربراہ بنا ہوا تھا) میں نے کئی بار شکایت کی کہ اس نے یہ غلطی کی ہے اور یہ خلاف ورزی کی ہے مگر اس پر کوئی التفات نہ ہوتی تھی۔ (جو افسر تھا وہ پوری توجہ نہیں دیتا تھا اس کی شکایتوں پر۔ کہتے ہیں:) لیکن ہم نے (بھی) ارادہ کر لیا ہوا تھا کہ اسے ضرور موقوف کرائیں گے۔ اور اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہونے کے لئے بہت سی نکتہ چینیاں بھی جمع کر لی تھیں۔ (وہ صاحب بہادر جو انگریز تھا وہ معلوم ہوتا ہے صاحب فراست تھا۔ کہتے ہیں:) اور میں وقتاً فوقتاً ان نکتہ چینیوں کو صاحب بہادر کے ہاں پیش کر دیا کرتا تھا۔ صاحب اگر بہت ہی غصہ ہو کر اس کو بلا بھی لیتا تھا تو جب وہ سامنے آجاتا (تو) گویا آگ پر پانی پڑ جاتا۔ معمولی طور پر نہایت نرمی سے (اسے) فہمائش کر دیتا گویا اس سے کوئی قصور سرزد ہی نہیں ہوا۔ (اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:) اصل بات یہ ہے کہ تقویٰ کا رُعب دوسروں پر بھی پڑتا ہے۔''

تو سرحدوں پر گھوڑے باندھنے سے ایک رعب ہے جو دشمنوں پر طاری ہو جاتا ہے اور دشمن پھر اس سرحد کا رخ ہی نہیں کرتے اور یہ رعب ایسا عظیم الشان رعب ہے تقویٰ کا کہ دُنیا کی نظر سے چھپا ہوا دل میں وہ تقویٰ موجود ہے مگر اس کا ایک رعب ہے جو بظاہر دکھائی بھی دیتا ہے لوگوں کو اور نتیجہ یہ:

''اور خدا تعالیٰ متقیوں کو ضائع نہیں کرتا۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897 صفحہ نمبر: 81)

تو آج جماعت احمدیہ کے لئے دیکھیں اس میں کتنا بڑا سبق ہے۔ ہمیشہ تقویٰ کی راہیں اختیار کریں تو اللہ آپ کی سرحدوں کی حفاظت فرمائے گا اور دشمن کئی قسم کے منصوبے بناتا رہے گا مگر وہ سارے منصوبے ناکام ہوں گے۔ آپ کو علم بھی نہیں ہوگا کہ دشمن منصوبے بنا رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سرراہ پر کھڑا ان منصوبوں کے ضرر سے آپ کو بچاتا رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم کی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اگر تم میرا شکر کرو گے تو میں اپنی دی ہوئی نعمت کو زیادہ کروں گا اور بصورت کفر عذاب میرا سخت ہے۔ یادرکھو کہ جب امّت کو امّتِ مرحومہ قرار دیا ہے اور علوم لدنّیہ سے اسے سرفرازی بخشی ہے تو عملی طور پر شکر واجب ہے۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897 صفحہ: 148)

اب اس عبارت میں بھی بہت سے مضامین حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجتمع کر دئے ہیں۔ ''جب امت کو امت مرحومہ قرار دیا ہے۔'' اب عام اُردو دان تو شاید سمجھ جائیں مگر سادہ لوگ جن کی زبان نسبتاً کم ہے یا جن کو اُردو نہیں آتی وہ نہیں سمجھیں گے کہ امتِ مرحومہ سے کیا مراد ہے؟ مرحومہ یا مرحوم عموماً فوت شدہ کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اکثر کہتے ہیں وہ تو مرحوم ہے، وہ تو مرحومہ ہے۔ مراد اصل میں مرحوم سے فوت شدہ ہونا نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسی امّت ہے جس پر رحم فرمادیا گیا ہے یعنی اللہ نے بطور خاص اس پر رحم فرمایا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امّت پر اور رحم کے نتیجہ میں ان کی حفاظت فرماتا ہے۔ اور رحم کا نتیجہ پھر کیا کچھ ہے۔ ''علوم لدنّیہ سے اسے سرفرازی بخشی ہے۔'' ایسے علوم عطا فرمائے ہیں جو اس کے دل اور اس کی فطرت سے پھوٹ رہے ہیں اور اللہ کی جناب سے ہیں۔ پس یہ علوم جو اللہ کی جناب سے ہوں یہ اللہ کے رحم کی ایک علامت کے طور پر ہیں اور یہ علامت کئی طریقوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ بعض دفعہ جو اللہ کے حضور سے علم ملتے ہیں وہ ظاہری طور پر بھی بہت عظیم الشان ہو کر لوگوں کو دکھائی دیتے ہیں اور بعض دفعہ ایک سادہ سے آدمی کو، ظاہری تعلیم کچھ نہیں ہوتی مگر علوم لدنّیہ کی شان، اس کی سوچ، اس کی فکر، اس کے ہر حصول علم کے ساتھ وابستہ ہو جاتی

ہے یعنی حصول علم جو خدا کی طرف سے عطا کردہ علم کے نتیجہ میں ہوا کرتا ہے اس کو اتنے علوم مل جاتے ہیں کہ دُنیا کے بڑے بڑے عالم بھی اس کے سامنے ہیچ ہو جاتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ اس مثال میں سب سے اوپر ہیں۔ آپ ﷺ کو خدا کی جناب سے وہ علم عطا کئے گئے جنہوں نے واقعۃً عظیم الشان علوم کی صورت اختیار کر لی۔ صرف یہ نہیں کہ اللہ نے جو کچھ دیا اپنی طرف سے دیا بلکہ قرآن کریم کا مطالعہ کر کے دیکھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ کوئی دُنیا کا علم نہیں ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں موجود نہ ہو اور آج تک مختلف علماء قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے جو کوشش کرتے رہتے ہیں وہ اس کا عشر عشیر بھی نہیں پا سکے جو رسول اللہ ﷺ کو اس قرآن کا مفہوم خدا کی طرف سے سکھا بھی دیا گیا۔ ایسی عظیم الشان باتیں ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ آج کی دُنیا کو جن باتوں کا اب علم ہوا ہے اس زمانے میں رسول اللہ ﷺ کو خدا تعالیٰ وہ علم عطا فرماتا تھا اور صحابہؓ کے سامنے اس کو بیان بھی کر دیتے تھے اور صحابہؓ کو بعض دفعہ سمجھ بھی نہیں آتی تھی یہ کیا بات ہو رہی ہے مگر رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے تو مان جاتے تھے۔ اب پتا لگا کہ رسول اللہ ﷺ اس زمانے کی باتیں کرتے تھے جس زمانے نے بہت بعد میں ظہور پذیر ہونا تھا تو علوم لدنّیہ سے یہ مراد ہیں۔ اور فرمایا اس امّت کو سرفرازی بخشی ہے جس کا مطلب ہے آج بھی جو شخص تقویٰ کرے گا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا تو اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے کہ اس کو اسی طرح علم لدنّی عطا فرمائے گا۔ پھر فرمایا: ’’جب یہ سرفرازی بخشی گئی ہے تو عملی طور پر شکر واجب ہے‘‘۔ شکر کے نتیجہ میں سرفرازی بخشی گئی اور جو سرفرازی بخشی گئی اس کے نتیجہ میں عملی طور پر شکر واجب ہے اور عملاً شکر وہی ہے کہ اس نعمت کو آگے لوگوں میں تقسیم کیا جائے، جو علم ہے اسے تقسیم کیا جائے، جو ظاہری نعمتیں ہیں انہیں تقسیم کیا جائے اور اس طرح یہ اظہارِ شکر مزید نعمتوں پر منتج ہو۔ یہ جو پہلا اقتباس ہے یہ رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء سے لیا گیا ہے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اگر تم میرا شکر ادا کرو تو میں اپنے احسانات کو اور بھی زیادہ کرتا ہوں۔‘‘

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو عبارتیں ہیں قرآن کریم کی بعض آیات کے ترجمے اور تشریح کے طور پر ہیں۔ یہ نہ سمجھے کوئی کہ مسیح موعود علیہ السلام اپنے متعلق فرما رہے ہیں۔

''اگر تم میرا شکر ادا کرو تو میں اپنے احسانات کو اور بھی زیادہ کرتا ہوں اور اگر تم کفر کرو تو پھر میرا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ یعنی انسان پر جب خدا تعالیٰ کے احسانات ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور انسانوں کی بہتری کا خیال رکھے۔''

اب وہی مضمون جو پہلے میں نے کھولا ہے اسی مضمون کی تائید میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''جب خدا تعالیٰ کے احسانات ہوں تو اس کو چاہئے کہ وہ اس کا شکر ادا کرے اور انسانوں کی بہتری کا خیال رکھے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے اور الٹا ظلم شروع کر دے تو پھر خدا تعالیٰ اس سے وہ نعمتیں چھین لیتا (ہے) اور عذاب کرتا ہے۔''

(رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ اپریل 1908 جلد 3 نمبر 4 صفحہ:164)

یہ نعمتیں چھیننے کا مضمون بھی ایک بڑی تنبیہ ہے لیکن ضروری نہیں کہ ایک انسان اپنی زندگی میں یہ واقعہ دیکھ لے یا ایک قوم کو فوراً سمجھ بھی آجائے کہ کیوں یہ نعمتیں چھینی جارہی ہیں۔ بسا اوقات خدا تعالیٰ قوموں پر احسان کرتا ہے مگر وہ اپنی طاقت کو ظلم کے طور پر استعمال کرتے ہیں جیسے امریکہ کے تکبر کا حال ہے۔ ساری دُنیا جانتی ہے کہ محض یہ تکبر کا اظہار ہے، ایسا ظلم کیا جارہا ہے مسلمانوں پر ہر جگہ یا دُنیا پر ہر جگہ کہ انسان حیران ہو جاتا ہے کہ آخر ان کی پکڑ کیوں نہیں آتی لیکن اللہ تعالیٰ پکڑ میں دھیما ہے اور یہ قطعی بات ہے کہ ایسی قومیں پھر عروج سے گرادی جاتی ہیں اور یہ واقعہ بعض دفعہ ایک ایک ہزار سال کا عرصہ لیتا ہے۔ اور وہ دن خدا کا جس میں ایک ہزار سال لگتے ہیں عروج کے اور پھر واپس آنے کے اس سے ظاہری طور پر بھی مراد لی جاسکتی ہے کہ قوموں کے عروج و زوال بعض دفعہ ایک ایک ہزار سال پر منتج ہوتے ہیں لیکن بعد والے دیکھ لیتے ہیں کہ کیا ہوا ان کے ساتھ اور جب خدا کی پکڑ آتی ہے تو ایسی پکڑ آتی ہے کہ ان کو کلیۃً ملیا میٹ کر کے رکھ دیتا ہے، نام و نشان بھی نہیں رہتا، تاریخ کے ورقوں میں وہ لوگ بکھر جاتے ہیں لیکن یاد رکھیں کہ جو اللہ کے اپنے پیاروں پر ظلم کرتے ہیں ان کے انجام کے لئے ہزار سال کا انتظار نہیں کیا جاتا، وہ بہت جلد ظاہر کر دیا جاتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ لوگ جن پر ظلم کیا گیا ہو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ بھی لیتے ہیں کہ اس طرح خدا نے ان سے سلوک کیا مگر بعض دفعہ دیکھتے بھی ہیں مگر پتا نہیں لگتا ان کو یا جن کے ساتھ خدا کا سلوک ہو رہا ہے وہ نہیں سمجھتے

کہ ہم سے یہ سلوک کیوں ہو رہا ہے حالانکہ اپنی بے حیائیاں، اپنی ناشکریاں ان پر خوب روشن ہو جانی چاہئے تھیں۔ وہ دیکھتے ہیں اور پھر آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں ظلموں میں۔ جس طرح شکر کرنے والوں کے ساتھ اَزِیْدَنَّ کا وعدہ ہے، جو کفر کرنے والے ہیں ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ایک وعدہ ہے کہ پھر کفر کرتے چلے جاؤ کہاں تک کرلو گے، ہر کفر کا بدنتیجہ دیکھو گے یہاں تک کہ تم خاک کی طرح بکھر جاؤ گے، تمہاری کوئی بھی حیثیت باقی نہیں رہے گی۔ یہ واقعات بھی ہم دُنیا میں ہوتے دیکھ رہے ہیں اور اللہ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنا شکر گزار بندہ بنائے اور ناشکری کے بدنتائج دیکھنے نہ نصیب کرے۔

لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔ (الدھر:10) اب اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہت ہی عظیم الشان بات بیان فرمائی ہے کہ خدا کے یہ بندے جو شکر گزار ہوں اور لوگوں پر بے انتہا رحم کرنے والے اور خرچ کرنے والے ہوں وہ اس کے جواب میں شکر نہیں چاہتے۔ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا نہ وہ جزا چاہتے ہیں کہ اس کا بدلہ ہمیں دو، نہ وہ اپنا شکر یہ پسند کرتے ہیں۔

> ''اس کی نیکی خالصاً للہ ہوتی ہے اور اس کے دل میں یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کے واسطے دعا کی جاوے۔''

اب یہ دیکھیں اس مضمون کو آپؑ نے کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ بسا اوقات لوگ احسان کے بدلے میں دعا کرتے ہیں اور انسان سمجھتا ہے کہ میرا حق ہے میں نے احسان کیا ہے اس نے مجھے دعا دی ہے لیکن یہ مضمون دیکھیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کس بلندی تک پہنچا دیا ہے۔ فرماتے ہیں: ''اس کے دل میں یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ اس کے واسطے دعا کی جاوے۔'' اس وجہ سے کہ نظر خدا پر ہوتی ہے اس کا وعدہ ہے لَاَزِيْدَنَّكُمْ تو اس کا یہ وعدہ کسی کی دعاؤں کا محتاج نہیں ہوا کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی بے انتہا احسان کئے ہیں بنی نوع انسان پر، اپنے گردو پیش پر اور اس دُنیا پر بھی جو ابھی آپؑ کے حلقۂ ارادت میں نہیں آئی تھی مگر ''یہ خیال'' جب آپؑ فرماتے ہیں تو آپؑ کے دل میں بھی خیال تک نہیں گزرا کہ میرے لئے دعا کی جائے۔ جانتے تھے کہ اللہ دیکھ رہا ہے اور دعا اٹھنے سے پہلے، لوگوں کی دعا سے پہلے، خود میری دعا سے پہلے اس کے پیار کی نظر مجھ پہ پڑتی ہے اور میرے شکر کے نتیجہ میں مجھے بڑھاتا چلا جا رہا ہے۔

''نیکی محض اس جوش کے تقاضے سے کرتا ہے جو ہمدردی بنی نوع کے واسطے اس کے دل میں رکھا گیا ہے۔''

لوگوں کی ہمدردی اس کے دل میں ہے وہ بے اختیار ہے اس وجہ سے، ایک پھول کے دل میں خوشبو رکھی گئی ہے وہ خود بخود پھیلتی ہے اس میں پھول کی ایک بے اختیاری ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ دل میں بنی نوع انسان کی ہمدردی اتنی بے اختیار ہے کہ ناممکن ہے کہ وہ ہمدردی دل سے ظاہر نہ ہو۔

''ایسی پاک تعلیم نہ ہم نے توریت میں دیکھی اور نہ انجیل میں۔ ورق ورق کر کے ہم نے پڑھا ہے مگر ایسی پاک اور مکمل تعلیم کا نام ونشان نہیں (ہے)۔''

(الحکم جلد 12 نمبر 41 صفحہ: 11 مؤرخہ 14 جولائی 1908ء)

یہ تمام دُنیا میں احمدیوں کے لئے ان کے ہاتھ میں عیسائیوں سے مقابلے کا ایک نسخہ آ گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فرما رہے ہیں لفظاً لفظاً درست ہے کہ ورق ورق پڑھا ہے آپؑ نے اور ساری تورات اور ساری انجیل میں یہ تعلیم دکھائی نہیں دی جو قرآن کریم کی ہے۔ ''ایسی پاک اور مکمل تعلیم کا نام ونشان تک نہیں ہے۔'' تو آپ چیلنج کر کے لوگوں کو بتائیں ان سے پوچھیں، لاؤ دکھاؤ کہاں ہے یہ تعلیم؟۔ آپ حیران ہونگے کہ کہیں یہ تعلیم دکھائی نہیں دے گی کہ نیکی دل کے ایسے طبعی جوش سے اٹھ رہی ہو، بنی نوع انسان کی ہمدردی جس میں نہ جزا کا سوال ہو اور نہ اس کی پرواہ ہو کہ کوئی دعائیں دے بلکہ بے تعلق ہو انسان اس چیز سے۔ یہ تعریف نیکی کی آپ کو کسی اور کتاب میں نہیں ملے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مضمون کو بڑھا کر اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى (النحل: 91) کے مضمون میں داخل فرماتے ہیں کیونکہ یہ احسان کا مضمون تھا جو بیان ہوا ہے اس سے اگلا مقام اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى کا ہے کہ اپنے قریبیوں کو عطا کرنا۔ اس میں تو یہ مضمون اور بھی زیادہ رفعت اختیار کر جاتا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں اس کو پڑھیں تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ اس مضمون کی کیسی بلندی بیان فرمائی ہے جہاں انسان کا تصور بھی نہیں جا سکتا، عام انسان کا جو اللہ سے نور یافتہ نہ ہو اس کا تصور بھی نہیں جا سکتا۔ اس طرح بات شروع کرتے ہیں۔

''اکثر دفعہ ماں باپ بوڑھے ہوتے ہیں اوران کواولاد ہوتی ہے توان کی کوئی امید بظاہر اولاد سے فائدہ اٹھانے کی نہیں ہوتی لیکن باوجوداس کے پھر بھی وہ اس سے محبت اور پرورش کرتے ہیں۔ یہ ایک طبعی امر ہوتا ہے۔ جو محبت اس درجہ تک پہنچ جاوے اسی کا اشارہ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی میں کیا گیا ہے۔(اب یہ مضمون تو بسا اوقات کھولا گیا ہے اس طرح لوگ اس کو سمجھتے بھی ہیں مگر اب اگلی بات سنئے:)اس قسم کی محبت خدا (تعالیٰ) کے ساتھ ہونی چاہئے۔نہ مراتب کی خواہش نہ ذلت کا ڈر۔''

(البدر جلد 2 نمبر 43 صفحہ:335 مؤرخہ 16 نومبر 1903ء)

یعنی اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی کی محبت خدا تعالیٰ سے ہونی چاہئے کیونکہ خدا سب سے زیادہ قریب ہے اور بوڑھے ماں باپ بچہ پیدا کر دیتے ہیں اور جب تک ان کو توفیق ملے اس کا خیال رکھتے ہیں، کسی بدلے کی خاطر نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں اس وقت پیدا کیا جب کہ ماں باپ کا ہی کوئی وجود نہیں تھا، کائنات کا بھی کوئی وجود نہیں تھا۔ اتنے احسانات فرمائے اور فرماتا چلا جا رہا ہے کہ ہر ضرورت کے وقت ایک نئی شان کا احسان نازل فرما دیتا ہے اور وہ خزانے اتارنے لگتا ہے جو اس سے پہلے دکھائی نہیں دیا کرتے تھے۔

یہ وہ مضمون ہے جس کی کوئی اتھاہ نہیں ہے۔ جتنا آپ غور کریں اس سے زیادہ اس مضمون کے پیچھے اور معرفت کی باتیں دکھائی دینے لگیں گی۔ اب دیکھیں دُنیا کی ترقی کتنی ہوگئی ہے لیکن اس ترقی کے نتیجہ میں کچھ اور مٹیریل کی ضرورت پیش آئی ہے۔ جتنی علمی ترقی ہوئی ہے اس کے نتیجہ میں جو مشینیں ایجاد ہو رہی ہیں یا نئی سے نئی چیزیں بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بنائی جا رہی ہیں خواہ ان سے نقصان ہی اٹھایا جا رہا ہو مگر نیت یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ چیزیں بنی نوع انسان کے فائدے کے لئے بنائی جائیں۔ اس ضمن میں جو خدا تعالیٰ نے مادہ بنایا ہے اگر وہ اتنا ہی رہتا، اس میں آگے بڑھنے کی گنجائش نہ ہوتی تو انسان ترقی کے ایک مقام پر آ کر رک جاتا۔ اب سائنس کا جو نیا رجحان ہے وہ مٹیریل پیدا کرنے کی طرف ہے اور جتنے مادے بنے ہوئے تھے وہ بڑھتے چلے گئے انسان کو اور زیادہ معلوم ہونے شروع ہو گئے۔ وہ مادے اگر انسان کو معلوم نہ ہوتے تو وہ سائنسی ترقی جو اسے علمی طور پر نصیب ہوئی تھی عملاً نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ اب دیکھیں 109 تک انہوں نے وہ

مادے دریافت کر لئے جو بنیادی مادے ہوا کرتے ہیں، ہائیڈروجن سے شروع کریں یا ہیلیئم سے شروع کریں تو ترقی کرتے کرتے مالیکیول زیادہ وزنی ہوتے چلے جائیں تو ایک اور مادہ بن جاتا ہے اور وزنی ہو جائیں تو ایک اور مادہ بن جاتا ہے لیکن مسلسل ارتقا ہے، مسلسل ان کے درمیان آپس میں ربط ہے ایک ایٹم کے زیادہ ہونے سے یا ایک الیکٹرون کے زیادہ ہونے سے، ایک پروٹون کے زیادہ ہونے سے، ایک معمولی سے معمولی چیز کے اضافہ سے جو بنیادی مادہ ہے وہ اگلے درجہ میں پہنچ جاتا ہے۔اس کی ہیئت، اس کی شکل، اس کی صفات سب بدل جاتی ہیں۔تو یہ اللہ کی عجیب شان ہے کہ اس طرح خدا تعالیٰ نے مادے کو ترقی دی اور اس سے کچھ ایک دو سال پہلے تک یا چند سال پہلے تک انسان کو صرف ننانوے بنیادی مادے معلوم تھے، پھر 100 ہوئے، پھر 101، پھر 102، پھر 103، 109 تک پہنچ گئے اور خیال پیدا ہوا کہ اب اس کے بعد کوئی نیا مادہ نہیں مل سکتا۔اب 110، 111، 112 بھی بن گئے ہیں اور 113، 114، 115 کے امکانات کھل گئے ہیں اور ان کو معلوم ہو چکا ہے کہ یہ یہ طریق اختیار کریں تو یہ مادہ ایک اور وزنی مادہ میں تبدیل ہو سکتا ہے اور یہ وہ ساری چیزیں ہیں جن کی ضرورت ہے۔اس لئے اب ایک نئی سائنس کی برانچ، ایک شاخ بنی ہے جس کو سائنس آف مٹیریل کہتے ہیں یعنی وہ مٹیریل جس کو ہم نے استعمال کرنا ہے نئی نئی چیزوں میں وہ مٹیریل بھی اگر اس قابل نہ ہو کہ وہ ان چیزوں میں استعمال ہو سکتا ہو تو وہ چیزیں بن ہی نہیں سکتیں۔کپڑا بودا ہوگا تو اس سے مضبوط قمیص کیسے سل سکتی ہے یا مضبوط شلوار کیسے سل سکتی ہے۔جتنا زیادہ سختی کا تقاضا ہو کسی کپڑے کے لئے اتنا ہی زیادہ کپڑے کو مضبوط ہونا چاہئے، اتنا ہی زیادہ اس کے جوڑ مضبوطی سے سلنے چاہئیں۔تو یہ وہ چیزیں ہیں جن کو آج کل سائنس آف مٹیریل میں استعمال کیا جا رہا ہے اور کبھی بھی دُنیا میں اتنی عظیم الشان ترقی نہ ہو سکتی تھی اگر مٹیریل موجود نہ ہوتا یا اس مٹیریل کے بنائے جانے کے امکانات نہ پیدا ہوئے ہوتے۔

تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان باتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی کا سب سے زیادہ حق رکھتا ہے یعنی اگرچہ ان الفاظ میں جن الفاظ میں مَیں نے بیان کیا ہے یہ سب کچھ مسیح موعود علیہ السلام نے نہیں فرمایا مگر جو اشارہ ہے وہ اسی طرف ہے۔ اگر اس پر غور کرو تو پتا چلے گا کہ جس نے تمہارے لئے بہت زیادہ ایسی چیزیں پیدا کر دیں جو کبھی

تمہارے کام آسکتی ہیں۔ بوڑھے ماں باپ تو مر بھی جاتے ہیں اور آئندہ تمہاری ضرورتیں پھر کون پوری کرے گا لیکن اللہ کو تو ہمیشہ کی زندگی ہے اور اس نے تمہارے لئے وہ ضرورتیں پیدا بھی کر دی ہیں اور تمہیں پھر وہ دکھاتا بھی چلا جاتا ہے، نشان دہی کرتا چلا جاتا ہے۔ اچھا اب اور آگے قدم بڑھاؤ تو یہ لے لو۔ اس سے آگے قدم بڑھاؤ تو یہ بھی موجود ہے۔ تو میٹیریل کبھی بھی انسان کی ضرورت سے پیچھے نہیں رہ سکتا، مسلسل خدا کی تقدیر اسے آگے بڑھاتی چلی جاتی ہے۔ تو فرمایا پھر اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی تو اس سے ہونی چاہئے یعنی جو قریب ترین ہے وہ یہ ہے۔ قریبیوں کے لئے جو خرچ کیا جاتا ہے اس طرح اللہ کے لئے خرچ کرو۔ اب مضمون کو دیکھیں کیسا پلٹا دیا ہے آپؑ نے۔ وہ تمہارے لئے یہ کرتا ہے تو تم بھی جواباً ویسا ہی معاملہ اللہ سے کرو۔ ”نہ مراتب کی خواہش، نہ ذلت کا ڈر۔“ اللہ سے ایسی محبت کرنی ہے اب کہ ذلت کا بھی کوئی خوف نہیں۔ اس راہ میں ذلت بھی آئے تو پیاری لگے اور مراتب نصیب ہوں تو وہ بھی بہت پیارے لگیں۔

اب دیکھیں انسان خدا کا کامل عاجز بندہ خدا کو مخاطب کر کے یہ کہہ رہا ہے۔ اب یہ ہے مضمون جو پلٹا دیا ہے آپؑ نے لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّ لَا شُكُوْرًا کہ اے اللہ! ہم تجھ سے جزا بھی نہیں مانگتے نہ اظہار تشکر، ہمیں تو تجھ سے ایسا عشق ہے ایسی محبت میں مبتلا ہو گئے ہیں تیرے احسانات پر نظر کرتے ہوئے کہ اب ہمارا بنیادی فرض ہے کہ تجھ سے ایسی محبت کریں۔ ہماری فطرت میں داخل ہو چکی ہے یہ محبت اور یہ محبت کسی آزمائش کے نتیجہ میں ٹلنے والی نہیں ہے۔ اسی قسم کی آزمائش حضرت ایوبؑ کی بھی کی گئی تھی۔ حضرت ایوبؑ کے متعلق یہ بیان ہوا ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے یہ کہا کہ اس کو تو نے اتنی نعمتیں عطا کی ہیں یہ شکر کیوں نہ کرے۔ اگر واقعۃً ایوب کو تجھ سے محبت ہے تو بلاؤں اور مصیبتوں میں گرفتار کر کے دیکھ۔ اتنا دردناک واقعہ ہے حضرت ایوبؑ کا اور اسی شان کے ساتھ قرآن کریم نے آپؑ کو بیان فرمایا ہے۔ بے انتہا صبر کرنے والا بندہ تھا، ہر طرح کی مصیبتیں آپؑ پر نازل ہوئیں، جسم میں کیڑے پڑ گئے، شہر سے باہر گندگی کے ڈھیر پر آپؑ کو پھینک دیا گیا لیکن شکر کا حق ادا کرنے سے باز نہیں آئے یہاں تک کہ بعض روایتوں میں یہ بھی آتا ہے، کہانیاں بھی بیان کی جاتی ہیں کہ شیطان نے اللہ سے کہا اے خدا! اس کو اور نہ آزما کیونکہ جتنا تو آزماتا ہے یہ تیرے اور بھی قریب ہوتا جا رہا ہے۔ میں تو خدا سے بندوں کو دور کرنے کے لئے آیا ہوں قریب کرنے تو نہیں

آیا ہوا۔تو یہ مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرما رہے ہیں۔ لَا نُرِيۡدُ مِنۡكُمۡ جَزَآءً وَّلَا شُكُوۡرًا سے ظاہر ہے کہ پھر انسان نہ مراتب کی خواہش رکھتا ہے نہ ذلت سے ڈرتا ہے۔جو کچھ بھی ہے ہرچہ بادا باد، ہوتا چلا جائے ،مگر اللہ کی محبت کے اظہار سے، اللہ سے محبت کرنے سے وہ باز آ ہی نہیں سکتے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس رمضان میں اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کا شکر سکھائے اور اس قسم کے شکر کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین